ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ، ۳۰/۲ جولائی - دسمبر ۲۰۱۵ء

علم نافع قرآن کریم کی روشنی میں

وسیم احمد

انسان کو جو علم حاصل ہے اس کی صحیح تفہیم کے لیے نزول وحی کے اعتبار سے قرآن کریم کی پہلی پانچ آیات نہایت اہم ہیں:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ
خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَ
رَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ
عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ
(العلق: ۹۶/۱-۵)

پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ وہ ذات جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا

انسان کو جو کچھ علم حاصل ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے دینے سے حاصل ہوا ہے، اس کی اشاعت اور ترقی کے لیے انسان جو کوششیں کرتا ہے اس کے ذرائع بھی رب کریم ہی کے عطا کردہ ہیں۔ ان میں قلم اور کتابت کی معروف شکلیں اور ان کی اہمیت و افادیت کسی وضاحت کی محتاج نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وحی کی کتابت کا پورا اہتمام فرمایا۔ ہر موقع پر لکھنے پڑھنے کی اہمیت کو واضح کیا۔ اسی کے پیش نظر جنگ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کے معاملے میں یہ بھی طے کیا گیا کہ جس کے پاس فدیہ نہ ہو وہ مدینہ کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادے۔ جب یہ بچے اچھی طرح سیکھ جائیں تو یہی اس کا فدیہ ہوگا۔

قلم اور کتابت کی شکلیں بدلتی رہی ہیں

زمانہ قدیم میں جب کاغذ وغیرہ کی ایجاد نہیں ہوئی تھی پتھر کی چٹانوں اور اس کی تختیوں پر نقش و نگار بنائے جاتے تھے اور وہی اس زمانے کی کتابت تھی۔ ظاہر ہے اس وقت

کے قلم اور روشنائی کی وہ شکلیں نہیں ہوسکتیں جو کاغذ کی ایجاد کے بعد معروف ہوئیں۔ کاغذ کی ایجاد سے پہلے چمڑے پر یا کھجور وغیرہ کی پتیوں پر بھی کتابت ہوتی تھی۔ اسی طرح آج کل لکھنے پڑھنے کی نئی نئی ترقی یافتہ شکلیں وجود میں آگئی ہیں اور CD's اور پن ڈرائیوز (Pen Drives) وغیرہ جیسی بہت سی صورتیں پیدا ہوگئی ہیں اور اس فن کی ترقی کا یہ حال ہے کہ کاغذ پر لکھے ہوئے لاکھوں صفحات کو چند مربع ملی میٹر کی چھوٹی سی جگہ میں لکھ کر بخوبی محفوظ کیا جاسکتا ہے اور ضرورت کے وقت نکال کر پڑھا جاسکتا ہے یا کسی دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے۔

قلم اور کتابت کی ان ابتدائی اور ترقی یافتہ شکلوں کے ساتھ ساتھ ایک نہایت ترقی یافتہ قدرتی شکل رب کریم نے ہر انسان کو عطا کی ہے اور اس قدرتی نعمت کا اکثر ہمیں احساس بھی نہیں ہوتا۔ جب یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسانی تاریخ کے سب سے بڑے عالم و معلم حضرت محمد ﷺ نے کبھی معروف معنی میں قلم کا استعمال نہیں کیا اور نہ ان کی تعلیم میں اس کا استعمال ہوا اور ہر زمانے میں رب کریم نے ایسے بے شمار لوگوں سے علم کی اشاعت اور ترقی کا کام لیا ہے جو خود معروف معنی میں قلم و کتابت کا استعمال نہیں کر سکتے تھے، تو لامحالہ ذہن اس غیر مرئی قلم کی طرف بھی جاتا ہے جس کے ذریعے سمع، بصر و فواد وغیرہ سے حاصل ہونے والے اشارات قلب و دماغ (فواد) پر نقش ہوتے رہتے ہیں اور یہی علم کا بنیادی ذریعہ ہے۔ اسی سے انسان کی شخصیت ابھرتی ہے اور علم ترقی کرتا ہے۔ ان نقوش کو ان کی مناسبت سے مختلف نام دے دیئے جاتے ہیں اور یہ نام بھی اپنے اپنے نقوش کے ساتھ مخصوص ہو کر قلب و دماغ کے کسی گوشہ میں محفوظ ہو جاتے ہیں اور انہی ناموں کے توسط سے ان نقش شدہ علوم و ارشادات کا استعمال ہوتا ہے۔ قرآن اس کی وضاحت بڑے جامع اور مؤثر انداز میں کرتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئاً وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (النحل:۱۶/۷۸)

اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ علم نہیں رکھتے تھے اور اس نے تمہیں کان دیے، آنکھیں دیں اور سوچنے سمجھنے والے دل دیے تاکہ تم شکر ادا کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی حفاظت اور اشاعت کے لیے جہاں وحی کی کتابت کا اہتمام فرمایا اور اس کے لیے قلم و قرطاس کا استعمال کیا وہیں اسے حفظ کرنے کی طرف صحابہ کرامؓ کو راغب کیا جو علم کے سرچشمہ (قرآن) کی حفاظت اور اشاعت کا نہایت موثر ذریعہ بنا۔ اس لیے تعلیم کے فروغ کے لیے جہاں معروف قلم اور کتابت کی اہمیت ہے وہیں اس سے بھی زیادہ اس غیر مرئی قلم کی اہمیت ہے جو قلب و دماغ پر علوم کو محفوظ کرتا ہے۔ انسان کا دیکھنا، سننا، سوچنا، سمجھنا اور قول و عمل سب کچھ اس کے اپنے قلب و دماغ میں محفوظ ہوتا رہتا ہے۔ یہی اس کے ایمان و اعمال کا رکارڈ اور اعمال نامہ اس کی پوری شخصیت ہوتی ہے۔ قبضِ روح (موت) کے وقت فرشتے اسے ہی قبض کرتے ہیں اور اس میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُم حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لاَ يُفَرِّطُونَ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ أَلاَ لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ.
(الانعام:۶/۶۱-۶۲)

اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان۔ یہاں تک کہ جب آ پہنچے تم میں سے کسی کو موت تو قبضہ میں لے لیتے ہیں اس کو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اور وہ ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر وہ اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا سچا مالک ہے۔ سن رکھو حکم اسی کا ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے

پھر اللہ کے حکم کے مطابق گنہگاروں کا اعمال نامہ سجین میں اور نیکوکاروں کا اعمال نامہ علیین میں رکھا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّيْنٍ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّيْنٌ كِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ. (التطفیف:۸۳/۷-۱۰)

ہرگز نہیں بیشک اعمال نامہ گنہگاروں کا سجین میں ہے اور تم کو کیا خبر ہے کہ سجین کیا ہے۔ ایک دفتر ہے لکھا ہوا۔ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے

آگے اسی سورۃ میں ارشاد ہے:

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ (المطفّفین:۸۳/۱۸-۲۱)	ہرگز نہیں، بیشک اعمال نامہ نیکوں کا علیین میں ہے اور تم کو کیا خبر ہے علیین ایک دفتر ہے لکھا ہوا، اس کو دیکھتے ہیں مقرب فرشتے

اس پر مزید روشنی سورہ رحمٰن کی ابتدائی آیات سے پڑتی ہے:

الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (الرحمٰن:۵۵/۱-۴)	نہایت مہربان (رب کریم) نے قرآن سکھایا۔ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے گویائی سکھائی

قوتِ گویائی انسان کے علاوہ کسی اور ارضی مخلوق کو حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ اپنے گلے سے پیدا ہونے والی آواز جب منہ سے نکالتا ہے تو اس میں حلق، زبان اور ہونٹ وغیرہ کے ذریعے مناسب اتار چڑھاؤ پیدا کر کے اسے بامعنی الفاظ میں بدل کر اپنے مافی الضمیر کو بیان کر لیتا ہے۔ اسی طرح کسی بیان کو کان سے سن کر اس کے معنی و مفہوم کو سمجھ لیتا ہے۔ اسے دماغ کے کسی گوشے میں محفوظ رکھ سکتا ہے اور ضرورت کے وقت اسے دوبارہ بیان کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے یہ علم حاصل کرنے اور اسے پھیلانے کا نہایت اہم ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو علم دیا ہے اور اسے حاصل کرنے اور پھیلانے کی جو صلاحیتیں دی ہیں ان کا اصل مدعا یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے مقصد کو پہچانے اور اللہ کے نیک و صالح بندے کی طرح زندگی گذارے۔ کیونکہ اس دنیوی زندگی کا مقصد ہی اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں اس کے شکر و بندگی کا امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَوٰةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ (الملک:۶۷/۲)	وہ جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہ زبردست ہے خوب بخشنے والا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰئِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَا آتٰکُمْ إِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (الانعام:۱۶۵/۶)

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں ایک دوسرے کا جانشین بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر اونچے درجے عطا کیے تاکہ وہ تمہیں ان نعمتوں میں آزمائے جو اس نے تمہیں دیں۔ بیشک آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بیشک وہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے

اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں علم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں

علم چاہے معاشی ہو یا معاشرتی، سائنس ہو یا ادب اگر وہ اپنے دائرہ میں اللہ کی نشانیوں (آیات) کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو وہ علم نافع ہے۔ علم کا مقصد اللہ کے فضل کی تلاش اور اس کی پہچان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ فَسَأَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُم بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ (الاعراف:۱۵۶/۷)

اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔

اگر علم کے ذریعہ آیات کی پہچان نہیں ہوگی تو ان آیات پر ایمان کے کیا معنی؟

یُفَصِّلُ الآیٰتِ لِقَوْمٍ یَعْلَمُوْن (یونس:۵/۱۰)

اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں:

اس لیے اللہ کی رحمتوں کے سائے میں آنے کے لیے نشانیوں (آیات) پر ایمان اور اس کے نتیجے میں تقویٰ اور احسان علم کے ذریعہ ہی حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں

الْعُلَمَاء إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ (فاطر:۲۸/۳۵)

سے علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ بیشک اللہ زبردست اور درگزر فرمانے والا ہے

علم نافع اسی وقت ہے جب کہ انسان زمانے کے مختلف ادوار میں اور ساتھ ہی کائنات میں پھیلی ہوئی رب کریم کی نشانیوں کو ان کے اصل رنگ میں پہچانے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت و رحمت اور عدل و انصاف کے ساتھ روز آخرت پر اس کا ایمان پختہ ہو۔ یہی قرآن کی رہنمائی ہے جو سورۃ الفاتحہ سے واضح ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی حالت ان لوگوں کی سی ہو جائے جن کے بارے میں ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ لاَ يَرْجُونَ لِقَاءَ نَا وَرَضُواْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّواْ بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ أُوْلَـٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُواْ يَكْسِبُوْن (یونس:۱۰/۷-۸)

بیشک وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور وہ دنیا کی زندگی پر راضی اور اسی پر مطمئن ہیں اور جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں وہی ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے ان کے اعمال کی وجہ سے جو وہ کماتے تھے

علم جیسی عظیم نعمت جو ہر انسان کو کسی نہ کسی درجے میں حاصل ہے، اس کا کم سے کم درجہ اپنے رب کی پہچان ہے۔ عہد الست (الاعراف:۱۷۲/۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ ربوبیت کی یہ پہچان ہر انسان کی فطرت میں ودیعت ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِيْ آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ أَلَسْتَ بِرَبِّكُمْ قَالُواْ بَلٰى شَهِدْنَا أَن تَقُولُواْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (الاعراف:۱۷۲/۷)

اور اے نبی! لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انھیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" سب نے جواب دیا کیوں نہیں ہم سب اس کی

گواہی دیتے ہیں، یہ ہم نے اس لیے کیا
کہیں تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہہ
دو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے

لیکن جو لوگ اس نعمت کی ناقدری (ناشکری) کرتے ہیں ایک حد تک درگزر کرنے کے بعد رب کریم ان سے یہ نعمت چھین لیتا ہے۔ قرآن کی متعدد آیات اس پر شاہد ہیں۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الروم:۵۹/۳۰)	اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو علم (سمجھ بوجھ) سے کام نہیں لیتے

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے:

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَا اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (العنکبوت:۴۹/۲۹)	بلکہ یہ کھلی ہوئی واضح آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جن کو علم عطا ہوا ہے اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر وہ جو ظالم ہیں

علم کے سلسلے میں رب کریم کی ساری عنایات کے باوجود بہت سے لوگ علم کو اپنا ذاتی کمال سمجھنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے ان کا علم نافع ہونے کے بجائے تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔ اس کی ایک واضح مثال قارون کی ہے جو حضرت موسیٰ کی قوم سے تھا لیکن اس نے شکر کے بجائے کبر و ظلم کا راستہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیوی مال و متاع میں بہت کچھ دیا تھا۔ لیکن وہ اسے اللہ کا عطیہ سمجھنے کے بجائے اپنا ذاتی کمال سمجھ کر اترانے لگا (القصص:۲۸/۷۶) جب اس کی قوم کے صالح لوگوں نے اس سے کہا کہ:

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (القصص:۲۸/۷۷)	جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے ہے تم بھی لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو اور زمین میں فساد نہ کرو

(کیونکہ اللہ کی نعمتوں پر ناشکری فساد
کا باعث بنتی ہے) بیشک اللہ فساد
کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

اس کے جواب میں اس کا جو طرزِ عمل تھا اس کی ترجمانی قرآن مجید میں اس طرح کی گئی ہے قَالَ اِنَّمَا اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ/القصص:۲۸/۷۸(تو اس نے کہا مجھے یہ (مال) محض اس علم کی بنا پر دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے) وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ جو علم اسے حاصل ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اس کی تنگ نظری اور لاعلمی بتایا (القصص:۲۸/۷۸) اور وہ اپنے کبرو ناشکری کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا۔ آگے آیت (القصص:۲۸/۸۰) میں علم والے وہ بتائے گئے، جنھوں نے ایمان وعمل صالح کے نتیجہ میں ملنے والے ثواب کو اصل جانا جس کی توفیق صبر کرنے والوں کو ہی ملتی ہے۔ اس کی تائید الزمر آیات:۴۹-۵۲ سے بھی ہوتی ہے۔

اسی طرح جو لوگ علم کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے بجائے نام ونمود اور شہرت کے لیے حاصل کرتے ہیں، ان کا علم بھی آخرت میں ان کی تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔ ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے جن کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا ان میں ایک عالم بھی ہوگا جس نے علم دین سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور قرآن شریف پڑھا۔ اس کو اللہ کے سامنے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دی ہوئی نعمتوں کا اظہار فرمائیں گے اور وہ ان کا اقرار کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے تیری رضا کے لیے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری ہی رضا کے لیے قرآن شریف پڑھا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: یہ جھوٹ ہے، تو نے علم اس لیے سیکھا کہ لوگ عالم کہیں اور قرآن اس لیے پڑھا کہ لوگ قاری کہیں، چنانچہ کہا جاچکا، پھر اس کو حکم سنادیا جائے گا اور وہ منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اللہ کی پناہ علم کی ان کیفیات سے جو فائدہ مند ہونے کے بجائے تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔ دراصل یہ

کیفیات اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کا نتیجہ ہیں۔

صحیح مسلم کی ایک جامع دعائیہ حدیث کا آخری حصہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لا یَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لا یُسْتَجَابُ لَهَا[۲]۔

(اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو (دین و دنیا میں) نفع نہ دے اور اس دل سے جس میں تیری خشیت نہ ہو اور اس (حریص) نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو)۔

اگر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ علم کا صحیح ادراک ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کرتا ہے إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر:۳۵/۲۸) اور اس کی رحمتوں کے سائے میں لاتا ہے جس سے نفس مطمئن ہوتا ہے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ یہی بات الاعراف/آیت ۱۵۶ سے ظاہر ہوتی ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

حواشی و مراجع

۱- جامع ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الریا والسمعة

۲- صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب التعوذ من الشر ما عمل ومن شر ما لم یعمل